غالب

مسائل تصوف

یہ مسائل تصوف یہ ترا بیان غالب
تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

ہوئی اک مدت کہ غالب مر گیا پر یاد آتا ہے
وہ ہر اک بات پر کہنا کہ یوں ہوتا تو کیا ہوتا

امکانات کو تلاش کرنا غالب کا شیوہ تھا
ہے کہاں تمنا کا دوسرا قدم یا رب

ہم نے دشت تمنا کو اک نقش پا پایا
انتہائی آزاد روی جو ان کی فطرت تھی

نکتہ چیں ہے غم دل اس کو سنائے نہ بنے
کیا بنے بات جہاں بات بنائے نہ بنے

نہ کچھ ہوتا تو خدا ہوتا

نہ تھا کچھ تو خدا تھا کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا
ڈبویا مجھ کو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا

~~ہوئی مدت کہ غالب یاد آتا ہے~~

ہوئی مدت کہ غالب مر گیا پر یاد آتا ہے
وہ ہر اک بات پر کہنا کہ یوں ہوتا تو یوں ہوتا"

مجھے شکوہ نہیں ان صاحبانِ جاہ و ثروت سے
نہیں آتی مرے ~~پیچھے~~ حصے میں جن کی ایک بھی پائی
زمانے بھر کے نظامِ زنگ آلودہ سے شکوہ ہے
قوانینِ کہن، آئینِ فرسودہ سے شکوہ ہے

ساحر

ہمیں معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن
دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

~~یہ لاش بے کفن~~
یہ لاشِ بے کفن اسدِ خستہ جاں کی ہے
حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

[illegible]

دیکھا اسد کو خلوت و جلوت میں بارہا
دیوانہ گر نہیں ہے تو ہشیار بھی نہیں

ہشیار

ہوگا کوئی ایسا بھی کہ غالب کو نہ جانے
شاعر تو وہ اچھا ہے پہ بدنام بہت ہے

کہا ہے کس نے کہ غالب برا نہیں لیکن
سوائے اس کے کہ آشفتہ سر ہے کیا کہیے

(PTO)

غالب (3)

کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ
ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

نہ تھا کچھ تو خدا تھا، کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا
ڈبویا مجھ کو ہونے نے، نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا

عشق نے غالب نکما کر دیا
ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن
دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

= یا رب نہ وہ سمجھیں ہیں نہ سمجھیں مری بات
دے اور دل ان کو جو نہ سمجھے میری زبان

= نہ لٹتا دن کو تو کب رات یوں بے خبر سوتا
رہا کھٹکا نہ چوری کا دعا دیتا ہوں رہزن کو

= ہیں دنیا میں اور بھی سخنور اور اچھے
کہتے ہیں کہ غالب کا ہے انداز بیاں اور

اے عشق کہیں لے چل یہ دار و حرم چھوڑ کر

2005

JANUARY THURSDAY 13
WK-2 (013-352)

"تیرے ماتھے پہ یہ آنچل بہت ہی خوب ہے لیکن
تو اس آنچل سے اک پرچم بنا لیتی تو اچھا تھا"

مجاز

"صاف چھپتے بھی نہیں صاف نظر آتے بھی نہیں
خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں"

؟

"دھرتی کی سلگتی چھاتی سے بے چین شرارے پوچھتے ہیں
سڑکوں کی زبان چلاتی ہے ساگر کے کنارے پوچھتے ہیں
"یہ کس کا لہو ہے کون مرا"

ساحر لدھیانوی

ہزاروں سال نرگس روتی ہے اپنی بے نوری پر
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

گرتے ہیں شہسوار ہی میدان جنگ میں
وہ طفل کیا گرے گا جو گھٹنوں کے بل چلے

2005 FEBRUARY	S	M	T	W	T	F	S	S	M	T	W	T	F	S	S	M	T	W	T	F	S	S	M	T	W	T	F	S	S	M	T	W	T	F	S
			1	2	3	4	5	6	7	8	9	10	11	12	13	14	15	16	17	18	19	20	21	22	23	24	25	26	27	28					

From the Book

شاخِ نہالِ غم
ایک افسانہ حیات
علی امجد

آہیں نہ بھریں، شکوے نہ کیے، کچھ بھی نہ زباں سے کام لیا
اس پر بھی محبت چھپ نہ سکی، جب تیرا کسی نے نام لیا

زمیندار لوٹے، سرکار لوٹے، لوٹے ساہوکار ہو!
بنیا لوٹے، سود خور لوٹے، لوٹے وکیلو ہو!

~

ایماں مجھے روکے ہے تو کھینچے ہے مجھے کفر
کعبہ مرے پیچھے ہے کلیسا مرے آگے

From:
شاخِ نہالِ غم
ایک افسانہ حیات
علی امجد

دل کے ٹکڑے ہزار ہوئے، کوئی یہاں گرا کوئی وہاں گرا

~

عادت جو پڑی ہے بچپن سے وہ دو گھڑی کب ہوتی ہے

~

مریضِ عشق پہ رحمت خدا کی
مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

نہ چارہ گر کی چارہ گری سے گریز تھا
ورنہ ہمیں جو دکھ تھے وہ لا دوا نہ تھے

شریک / رفیق

"ہوتا نہیں ہے کوئی برے وقت میں ~~رفیق~~ شریک
پتے بھی بھاگتے ہیں خزاں میں شجر سے دور"

(From Hindi ~~Weekly~~ Fortnightly "Rashtriy Wishvask" (published from Delhi
~~From an article by~~ Heading of an article about "Problems of Pramode Mahajan's Family
by Dr. Manoj Mathur
There the word in the second line is بھاگے
I think it is a proof reading mistake

16 SUNDAY

پیڑوں کا بیٹا ہوں بھائی ماما نوٹنکا
لیکن دیوانہ ہوں میں تو ~~ملا~~ الوٹا

گیت کار سنتوش آنند دلّی کے اچھے کوی بنتے کر
مشہور ہیں

ساحر لدھیانوی

اے رہبرِ ملک و قوم ذرا ~~ذرا~~ ذرا
آنکھیں تو اٹھا نظریں تو ملا
کچھ ہم بھی سنیں ہم کو بھی بتا
یہ کس کا لہو ہے کون مرا (1946)

=

خون اپنا ہو یا پرایا ہو
نسلِ آدم کا خون ہے آخر

جنگ مشرق میں ہو کہ مغرب میں
امنِ عالم کا خون ہے آخر

بم گھروں پر ~~گریں~~ گریں کہ سرحد پر
روحِ تعمیر زخم کھاتی ہے

کھیت اپنے جلیں کہ اوروں کے
زیست فاقوں سے تلملاتی ہے

ساحر لدھیانوی ?

ساحر لدھیانوی

قسط آخری

ڈاکٹر محمد ایوب خان ہریانہ
اردو اکادمی پنچکولہ

پیار پر بس تو نہیں ہے مرا لیکن پھر بھی
تو بتا دے کہ تجھے پیار کروں یا نہ کروں
پوچھ کر اپنی مست نگاہوں سے بتا دے مجھ کو
میں اپنے جذبات کا اظہار کروں یا نہ کروں

اور یہ اشعار بھی حق کے مزاج کی ترجمانی کرتے ہیں۔

چند کلیاں نشاط کی چن کر مدتوں محو یاس رہتا ہوں
ترا ملنا خوشی کی بات سہی تجھ سے مل کے اداس رہتا ہوں
تم مجھے بھول بھی جاؤ تو یہ حق ہے تم کو
میری بات اور ہے میں نے تو محبت کی ہے

نور جہاں کے مزار پر نظم کا آخری بند ہے۔

تو مری جان مجھے حیرت و حسرت سے نہ دیکھ
ہم میں کوئی بھی جہاں نور و جہانگیر نہیں
تو مجھے چھوڑ کے ٹھکرا کے بھی جا سکتی ہے
تیرے ہاتھوں میں مرے ہاتھ ہیں زنجیر نہیں

شاعری کے ساتھ ساتھ سیاسی شعور بھی ساحر کے اندر زمانہ طالب علمی ہی میں بیدار ہو چکا تھا۔ کالج کی تعلیم کے دوران وہ تحریک احرار سے منسلک ہو گئے۔ پھر سٹوڈنٹس فیڈریشن کے رکن بنے۔ جس کے توسط سے وہ ترقی پسندوں میں شامل ہو گئے۔ حکام کے خلاف آواز بلند کی تو دوران تعلیم بی اے کے آخری سال میں کالج سے نکالے گئے۔ اور مزید حصول تعلیم کے لئے وہ لاہور چلے گئے۔ پھر وہاں سے دہلی اور دہلی سے ممبئی کا رخ کیا۔ "شاہراہ" جیسے ادبی جریدوں کی پرکاش پنڈت جیسے لوگوں کی معاونت سے ادارت کی۔ اور پھر فلمی دنیا سے جڑ گئے۔ انہوں نے فلمی گیتوں میں بھی ادب اور سنجیدگی کا دامن نہیں چھوڑا۔ 'گاتا جائے بنجارہ' شعری مجموعہ میں ساحر کے تمام فلمی گیت مرتب ہیں جنہیں ایک دور سے منسوب کیا جا سکتا ہے۔ ایک ایسا دور جس نے فلموں کے بہترین شاعری دی۔ ساحر فلم رائٹرز ایسوسی ایشن کے صدر رہے۔ ریڈیو پر نشر ہونے والے گیتوں کے ساتھ شاعر کا نام پیش کروانا ساحر کی جدوجہد کا نتیجہ تھا۔ جس سے فلمی شاعروں کو شہرت اور وقار ملا۔

ساحر کو 1971 میں پدم شری کا اعزاز سے نوازا گیا۔ 1972 میں ان کے دوسرے شعری مجموعہ "آؤ خواب بنیں" پر سویت لینڈ نہرو ایوارڈ ملا۔ بعد ازیں اردو اکیڈمی ایوارڈ اور مہاراشٹر سٹیٹ لٹریری ایوارڈ سے بھی وہ نوازے گئے۔ یہ بھی ایک اعزاز تھا کہ سول لائن لدھیانہ کی سڑک کا نام ساحر لدھیانوی مارگ رکھا گیا۔ ان کی نظموں کے غیر ملکی زبانوں میں تراجم ہوئے۔ لیکن ان سب اعزازات سے پہلے 1970 میں اسی کالج نے انہیں گولڈ میڈل سے سرفراز کیا جہاں سے کبھی انہیں نکالا گیا تھا۔ گورنمنٹ کالج لدھیانہ کے جشن گولڈن جوبلی پر جب انہیں گولڈ میڈل سے نوازا گیا تو اس موقع پر 'اے نئی نسل' عنوان سے ایک نظم پڑھی۔

میرے اجداد کا وطن یہ شہر
میری تعلیم کا جہاں یہ مقام
میرے بچپن کی دوست یہ گلیاں
جن میں رسوا ہوا شباب کا نام
یاد آتے ہیں ان فضاؤں میں
کتنے نزدیک اور دور کے نام
میں یہاں جب شعور کو پہنچا
اجنبی قوم کی تھی قوم غلام
یونین جیک درس گاہ پہ تھا
اور وطن میں تھا سامراجی نظام
اس مٹی کو ہاتھ میں لے کر
ہم بنے تھے بغاوتوں کے امام
میں جہاں بھی رہا یہیں کا رہا
مجھ کو بھولے نہیں یہ در و بام
نام میرا جہاں جہاں پہنچا
ساتھ پہنچا ہے اس دیار کا نام
کل جہاں میں تھا آج تو ہے وہاں
اے نئی نسل تجھ کو میرا سلام

ایک اور نظم 'نذر کالج' میں ساحر اپنے عہد ماضی کو یاد کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

تو آج بھی ہے میرے لئے جنت خیال
ہیں تجھ میں دفن میری جوانی کے چار سال
کمھلائے ہیں یہاں مری زندگی کے پھول
ان راستوں میں دفن ہیں میری خوشی کے پھول
ہم ایک خار تھے جو چمن سے نکل گئے
ننگ وطن تھے حد وطن سے نکل گئے
اس زمیں پہ آج ہم اک بار ہی سہی
دنیا ہمارے نام سے بیزار ہی سہی
لیکن ہم ان فضاؤں کے پالے ہوئے تو ہیں
گریاں کہیں تو یاں سے نکالے ہوئے تو ہیں

نظم 'سر زمین یاس' میں بھی ساحر نے کالج ہی کے زمانے کو یاد کیا ہے۔ وہ اس رنگین قبا، آتش نفس اور آتش نوا کو نہیں بھولا سکے۔ جو انہیں داغ جدائی دے گئی اور ساری خدائی لے گئی۔

ساحر لدھیانوی کو اردو دنیا میں شہرت ایم اے او کالج امرتسر کے مشاعرے سے ملی۔ جہاں انہوں نے اپنی نظم تاج محل' پہلی مرتبہ پڑھی۔ ان کے دوست احمد راہی نے پیشین گوئی کی تھی کہ جس طرح فیض کو اس کالج نے شہرت دی ہے اسی طرح ان کی شہرت میں بھی اس کالج کا اہم رول ہوگا۔ اور یہی ہوا۔ جب ساحر نے وہاں مشاعرہ پڑھا تو سامعین نے اس نظم کو اتنا پسند کیا کہ دو تین دن تک کالج کے طالب علم انہیں ڈھونڈتے رہے۔ 'تاج محل' جاگیردارانہ نظام اور بادشاہت کے خلاف ایک آواز ہے جسے عوام نے خصوصاً نوجوانوں نے بہت پسند کیا۔ اور ہر ایک اردو ادب کے طالب علم کی زبان پر یہ اشعار تھے اور آج بھی ہیں۔

تاج تیرے لئے مظہر الفت ہی سہی
تجھ کو اس وادئ رنگیں سے عقیدت ہی سہی
میری محبوب! کہیں اور ملا کر مجھ سے
بزم شاہی میں غریبوں کا گزر کیا معنی
ثبت جس راہ پہ ہوں سطوت شاہی کے نشاں
اس پہ الفت بھری روحوں کا سفر کیا معنی
یہ چمن زار یہ جمنا کا کنارہ یہ محل
یہ منقش در و دیوار یہ محراب یہ طاق
اک شہنشاہ نے دولت کا سہارا لے کر
ہم غریبوں کی محبت کا اڑایا ہے مذاق
میری محبوب کہیں اور ملا کر مجھ سے

ساحر ایک حساس اور غمگین شاعر تھے۔ ان کی زندگی کشمکش سے بھری ہوئی تھی۔ دکھ درد انہیں وراثت میں ملے تھے۔ انہوں نے اپنی ماں کے دامن میں خار ہی خار دیکھے تھے جو ان کے جاگیردار باپ کا عطیہ تھے۔ ان کے دل میں جو عورت کے لئے درد تھا اس میں ان کی ماں کا غم بھی شامل تھا جو ایثار و قربانی کی ایک مثال تھیں۔ اونچے طبقے کے ظلم کی شکار۔ ساحر کا یہ درد ان کی نظم "چکلے" میں لاوے کی طرح بہتا ہے۔ اور وہ پکار اٹھتے ہیں کہ۔

مدد چاہتی ہے یہ حوا کی بیٹی
یشودھا کی ہم جنس رادھا کی بیٹی
پیغمبر کی امت زلیخا کی بیٹی
ثناخوان تقدیس مشرق کہاں ہیں؟

کشمکش حیات سے تنگ آ کر وہ کہتے ہیں۔

تنگ آ چکے ہیں کشمکش زندگی سے ہم
ٹھکرا نہ دیں جہاں کو کہیں بے دلی سے ہم

جب ملک تقسیم ہوا تو اس وقت ساحر ممبئی میں تھے۔ ان کے جاگیردار اور انگریزوں کے وفادار والد جنہوں نے ہمیشہ ساحر کو نالائق سمجھا۔ اپنے حوارین کے ساتھ لدھیانہ سے میانوالی چلے گئے۔ لیکن ان کی والدہ کا کچھ پتہ نہ چلا۔ وہ اپنی ماں کی تلاش میں ادھر ادھر بھٹکے۔ آخرکار کافی تلاش کے بعد وہ لاہور میں ملیں جو اب پاکستان کا حصہ بن چکا تھا۔ وہاں ان کی دیکھ بھال شورش کاشمیری کر رہے تھے اور ان کے پاس وہ مہاجرین کے ایک ایسے کیمپ کے توسط سے پہنچی تھیں جو تقسیم وطن کے بعد لوگوں کے تحفظ کے لئے لگایا گیا تھا۔ ساحر

8

I am reminded of a famous English poet who said.

9

"…. **give us Men! A time like this demands**
Strong minds, great hearts, true faith and ready hands.

10

Men whom the lust of office does not kill;
Men whom the spoils of office cannot buy;

11

Men who possess opinions and a will;
Men who have honour; Men who will not lie;

12

Men who can stand before a demagogue
And dawn his treacherous flatteries without winking!

1

Tall men, sun-crowned, who live above the fog

2

In public duty and in private thinking"

Mr. Vanamamalai lived above the fog in public duty and private thinking.

3

Vanamamalai is survived by his wife and daughter. We convey our heartfelt condolences to the bereaved family.

4

As a mark of respect to the departed soul, we observe two minutes silence. ■

5

6

New Age July 9-15, 2006

7

~~For~~ Quoted in an article by A.N. Gopal

A Communist Legal luminary N.T. Vanamamalai is no more

8

S	M	T	W	T	F	S	S	M	T	W	T	F	S	S	M	T	W	T	F	S	S	M	T	W	T	F	S	S	M	T	W	T	F	S	
30	31					1	2	3	4	5	6	7	8	9	10	11	12	13	14	15	16	17	18	19	20	21	22	23	24	25	26	27	28	29	2005 JANUARY

2005

JANUARY
THURSDAY
20
WK-3 (020-345)

~~نہیں یہ غم کہ~~

نہیں یہ غم نہ پہنچے سر منزل تو کیا ہو گا —
تہِ دشت بلا کی میں کھو جائیں یہ بھی ایک منزل ہے

8

9

10

11

12

1

2

3

4

5

6

7

8

2005 FEBRUARY	S	M	T	W	T	F	S	S	M	T	W	T	F	S	S	M	T	W	T	F	S	S	M	T	W	T	F	S	S	M	T	W	T	F	S
			1	2	3	4	5	6	7	8	9	10	11	12	13	14	15	16	17	18	19	20	21	22	23	24	25	26	27	28					

حیات 6.11.92

... علامہ اقبال کا ... [illegible]

2005

21 JANUARY FRIDAY

WK-3 (021-344)

8

9

10

11

12

1

2

3

4

5

6

7

8

S	M	T	W	T	F	S	S	M	T	W	T	F	S	S	M	T	W	T	F	S	S	M	T	W	T	F	S	S	M	T	W	T	F	S	2005
30	31					1	2	3	4	5	6	7	8	9	10	11	12	13	14	15	16	17	18	19	20	21	22	23	24	25	26	27	28	29	JANUARY

[illegible] [illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

(30 [illegible] 1988)

I WAS NOT AN INFORMER

By
Santokh Singh Dhir

Belive me
I was not an informer
I was only a three-year-old girl
may be three and a half
At the most four years old
I was learning alphabet
Three or four uncles came
First my grandfather was shot dead
Then my grandmother
Then my daddy was killed
And then my mummy
Then my elder brother was killed
After that my younger brother
And then they proceeded to kill me.

—

I asked, Uncle!
Why do you kill me?
I was told: you are an informer.
I said, uncle!
What is an informer?
In reply they fired fourteen bullets
And my body was pierced all through
I never knew and never will
What is meant by an informer!

—

(January 30, 1988)

Translated by Satya Pal Dang

Sahir on disunity of the Communist Movement

ساحر لدھیانوی

کیا جانیں مثری، امت کس حال کو پہونچے گی
بڑھتی چلی جاتی ہے تعداد اماموں کی
ہر گوشۂ مغرب میں ہر خطۂ مشرق میں
تشریح دگرگوں ہے اب متبرک اماموں کی
طبقوں سے الگ کر کے فرقوں میں نہ بٹ جاویں
مِل کر نہ بگڑ جائے تقدیر غلاموں کی

+ Re Splits in Communist Movement

= Sahir on corruption

بنا سفارش ملے نوکری بن رشوت ہو کام
اسی کو ان ہونی کہتے ہیں اسی کا کلجگ نام
وطن کا کیا ہوگا انجام اے مولا اے رام

ਡੀ. ਐਸ. — 23

اقبال

ਪੰਜਾਬ ਵਿਧਾਨ ਸਭਾ

کچھ بات ہے کہ
ہستی مٹتی نہیں
ہماری
صدیوں رہا ہے
دشمن
دورِ زماں ہمارا

سارے جہاں سے اچھا
ہندوستاں ہمارا
ہم بلبلیں ہیں اس کی
یہ گلستاں ہمارا
مذہب نہیں سکھاتا
آپس میں بیر رکھنا
ہندی ہیں ہم وطن ہے
ہندوستاں ہمارا

اے ہمالہ اے فصیل
کشور ہندوستاں
چومتا ہے تیری پیشانی کو
جھک کر آسماں

وطن کی فکر کر ناداں
مصیبت آنے والی ہے
تیری بربادیوں کے مشورے
ہیں آسمانوں میں
نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے
اے ہندوستاں والو
ہمارا ...

ਡੀ. ਐਸ. -23

ਪੰਜਾਬ ਵਿਧਾਨ ਸਭਾ

(نانک)

آخر اٹھی صدا
توحید کی پنجاب سے
ہند کو اک مردِ کامل نے
جگایا خواب سے

=

اٹھو میری دنیا کے
غریبوں کو جگا دو
جس کھیت سے دہقاں کو
میسر نہ ہو روزی
اس کھیت کے ہر خوشۂ گندم
کو جلا دو

=

(54)

چلا جاتا ہوں ہنستا کھیلتا موجِ حوادث سے
اگر آسانیاں ہوں زندگی دشوار ہو جاتی

भाजपाई रामधुन

जय जय राम, जय जय राम ।
जय जय राम, जय जय राम ॥
मस्जिद गिर गयी राम कृपा से ।
मंदिर ढह गये, राम कृपा से ॥
जय जय राम, जय जय राम ।
जय जय राम, जय जय राम ॥
मांग उजड़ गयी, राम कृपा से ।
अस्मत लुट गयी, राम कृपा से ॥
जय जय राम, जय जय राम ।
जय जय राम, जय जय राम ॥
छुरियां चल गयीं, राम कृपा से ।
बस्ती मिट गयी, राम कृपा से ॥
जय जय राम, जय जय राम ।
जय जय राम, जय जय राम ॥
यह किसका राम, जय जय राम ।
यह मेरा राम, जय जय राम ॥

रामभक्त अडवाणी

गुरु प्रसाद द्वारा न्यू एज प्रिंटिंग प्रेस, रानी झांसी रोड, नयी दिल्ली से मुद्रित

Patriot 11/1/93

Vermilion

By Rukmini Borooah

It was twilight then
I think,
A decade ago
When they had roughly
Wiped off
The vermilion
From my forehead;

The white parting
On my scalp
Has ever since
Aroused many
A callous question;

My lips have dried
My throat parched
But I have answered
Clinically,
Matters of the soul
Few care about.

With that colourless
Fate of mine,
I have donned
The garb
Of a widow;
And have in turn,
Witnessed with time
The true colours around.

I have since
Measured my words
Made fewer queries
And have spoke like
I am supposed to;
Lest...it be
Harmful for my children.

Years have passed by
Carefully, cautiously.

My children are now
Grown, worthy
And Just.

I have been rejuvenated...reborn.
Today is my little one's
Wedding day.
I hold her close
For the last time
As she takes her
First step into womanhood.

I bless her with all my heart
And with the vermilion
That had once been a part of
me....

17

JANUARY
SATURDAY
29
WK-5 (029-336)

ਸੂਰਮਾ ਸ਼ਹੀਦ ਹੋਇਆ

—ਮਦਨ ਲਾਲ ਦੀਦੀ— N2 22/6/91

(ਸਾਥੀ ਅਮੋਲਕ ਦੀ ਯਾਦ ਵਿਚ)

ਅੱਖੀਆਂ 'ਚ ਹੱਸਦਾ ਤੇ ਮੁੱਛਾਂ ਨੂੰ ਮਰੋੜਦਾ,
ਟੁੱਟੀਆਂ ਨੂੰ ਗੰਢਦਾ ਤੇ ਦਿਲਾਂ ਨੂੰ ਸੀ ਜੋੜਦਾ.

ਆਪਣੀਆਂ ਲੋੜਾਂ ਭੁਲੀ, ਰਣ ਵਿਚ ਜੂਝਦਾ,
ਰੱਖਦਾ ਧਿਆਨ ਸੀ ਉਹ ਸਭਨਾਂ ਦੀ ਲੋੜਦਾ.

ਜਿੰਦ-ਮਾਹੀ, ਜਿੰਦੜੀ ਦਾ ਰੂਪ ਸੀ ਅਮੁਲੜਾ ਉਹ,
ਮਿੱਤਰਾਂ ਨੂੰ ਤਾਰਦਾ ਤੇ ਵੈਰੀਆਂ ਨੂੰ ਰੋੜ੍ਹਦਾ.

ਸਹਿਮ ਦੇ ਹਨੇਰਿਆਂ 'ਚ ਹੌਸਲੇ ਦੀ ਰੌਸ਼ਣੀ,
ਵਹਿਮਾਂ ਦੇ ਬਨੇਰਿਆਂ ਤੇ ਚਾਨਣ ਚੁਫੇਰ ਦਾ.

ਕਤਲਾਂ ਦੀ ਭਾਜੀ ਪਾਈ, ਜਿੰਦ ਦੇਆਂ ਵੈਰੀਆਂ ਨੇ,
ਸੂਰਮਾ ਸ਼ਹੀਦ ਹੋਇਆ ਭਾਜੀਆਂ ਨੂੰ ਮੋੜਦਾ.

ਚੰਦਰੀ ਚੁੜੇਲ ਇਕ ਚੰਬੜੀ ਪੰਜਾਬੀਆਂ ਨੂੰ,
ਉਸ ਨੇ ਹੀ ਮਾਰਿਆ ਜੁਆਨ ਪਹਿਲੇ ਜੋੜ ਦਾ.

1

2

3

4

5

30 SUNDAY

6

7

8

2005 FEBRUARY	S	M	T	W	T	F	S	S	M	T	W	T	F	S	S	M	T	W	T	F	S	S	M	T	W	T	F	S	S	M	T	W	T	F	S
			1	2	3	4	5	6	7	8	9	10	11	12	13	14	15	16	17	18	19	20	21	22	23	24	25	26	27	28					

حیات
6-11-92

اقبال خدا کے حضور میں

• علی سردار جعفری

کے عنوان سے تین نظمیں "خدا کے حضور میں"، "فرشتوں کا گیت" اور "فرمانِ خدا" ہیں۔ میں نے پہلی نظم کا عنوان بدل دیا ہے: "اقبال خدا کے حضور میں"۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ میرا موضوعِ سخن ذرا مختلف ہو گیا ہے۔ ان میں بحر بھی اقبال کی ہے زبان اقبال کی ہے فلسفہ اقبال کا ہے جو آج کے بدبخت حالات پر تبصرہ ہے۔ خدا کی تخلیق نامکمل ہے اس کو تکمیل کی طرف انسان لے جاتا ہے اقبال نے اپنی نظموں میں یہ فریضہ محنت کش ہاتھوں کو عطا کیا ہے۔ تینوں نظموں میں ابتدائی مصرعے اقبال کے ہیں اور باقی اشعار میرے جن میں کہیں کہیں اقبال کے مصرعے نگینوں کی طرح جڑے ہوئے ہیں۔

"اے انفس و آفاق میں پیدا تری آیات" — "حق یہ ہے کہ ہے زندہ و پائندہ تری ذات"
دنیا میں ترے نام پہ برپا ہے قیامت — ژولیدہ ہیں اربابِ بصیرت کے خیالات
ہے دھرم سیاست کے مداری کا کھلونا — مذہب کو بنا رکھا ہے یاروں نے خرافات
سینوں میں نہیں اسمِ محمدؐ کا اُجالا — کانوں میں تو آوازِ اذاں آتی ہے دن رات
جلتے ہیں ترے دھیان سے جب رام کی مالا — کچھ اور بگڑ جاتے ہیں اس دیس کے حالات
ہیں اور بھی مخصوص امامانِ سیاست — مردانِ خود آگاہ نہ رندانِ خوش اوقات
انساں کو بنا دیتے ہیں انسان کا دشمن — جب ہند کی تاریخ پہ لکھتے ہیں مقالات
نفرت ہے ہر اک حرف تو لعنت ہے ہر اک لفظ — خونریز ہے ہر غمزہ تو خونخوار ہے ہر بات
یہ نقش و نگارِ در و دیوارِ شکستہ، — فرسودہ روایات کی فرسودہ حکایات
ماضی کے پرستاروں کے ڈنکوں کی صدائیں — گم ہو گئے مستقبلِ انسان کے نغمات
سٹہ ہے کہ پوجا ہے کہ مجرا کہ عبادت — اب قبلۂ حاجات ہیں بینکوں کی عبادات
نادانی و رسوائی ہے تصویرِ بشر کی — کی جاتی ہے فاقوں سے غریبوں کی مدارات
دے سکتے نہیں نان کا سوکھا ہوا ٹکڑا — اُٹھتے ہیں چکانے کو جو صدیوں کے حسابات
ہر چیز ہے ڈوبی ہوئی سیلابِ بلا میں — تھمنے ہی کو آتی نہیں تقریروں کی برسات
بہتی ہے گلی کوچوں میں اب خون کی گنگا — شمشیر بکف پھرتے ہیں سڑکوں پہ فسادات
فرزیں بھی انہیں کے ہیں پیادے بھی انہیں کے — شٹے پڑتی ہے لیکن نہیں ہوتی ہے کبھی مات
کب ڈوبے گا یہ ظلم و تشدد کا سفینہ — دنیا ہے تری منتظرِ روزِ مکافات

فرشتوں کا گیت

"نقشِ کرِ ازل ترا نقش ہے ناتمام ابھی" — "بندہ ہے کوچہ گرد ابھی خواجہ بلند بام ابھی"
مغربِ شعلہ آرزو کب سے ہے گرمِ جستجو — منزلِ شوق سے ہے دور مشرقِ سست گام ابھی
خوف سے سر جھکے ہوئے درد سے دل دکھے ہوئے — شعلۂ جاں بجھے ہوئے ذوقِ جنوں ہے خام ابھی
ہمتِ کم نہ پی سکی جامِ شرابِ آرزو — روح اسیرِ دامِ جہل، فکر و خرد غلام ابھی
وہمِ کہن میں مبتلا، علمِ نوی سے بے نیاز — سارے جہاں میں صبح ہے ان کے دلوں میں شام ابھی
وسعتِ صحنِ آسمان حسنِ فضائے بیکراں — کھول سکا نہ بال و پر طائرِ زیرِ دام ابھی

فرمانِ خدا!

"اُٹھو مری دنیا کے غریبوں کو جگا دو — "کاخِ امرا کے در و دیوار ہلا دو"
"جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہیں روزی" — "اس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلا دو"
لیتے ہیں مرا نام جو طاقت کی ہوس میں — ان لوگوں کو ایوانِ سیاست سے اٹھا دو
جو باعثِ فتنہ ہے وہ گھر میرا نہیں ہے — "میرے لئے مٹی کا حرم اور بنا دو"
گر دل کے چراغوں میں کوئی نور نہیں ہے — "بہتر ہے چراغِ حرم و دیر بجھا دو"
انسان سے انسان ہے محروم ابھی تک — انسان کو انسان کی تصویر دکھا دو
چھایا ہے دماغوں پہ جہالت کا اندھیرا — جو روح پہ پردے ہیں تعصب کے ہٹا دو
کافر ہو کہ مومن ہو وہ مخلوق ہے میری — تقسیم جو کرتی ہے وہ دیوار گرا دو
ہر چند یہاں سجدہ گہِ اہلِ نظر ہے — اس خاک کو سجدہ گہِ افلاک بنا دو
اقبال کا پیغام حیاتِ ابدی ہے — اقبال کا پیغام زمانے کو سُنا دو
اس عہد میں ہیں علم و ہنر برقِ تجلیٰ — انسان کے لئے ایک نیا طور بنا دو
نفرت کا بہت زہر پلایا ہے ابھی تک — اب پیار کی مے پیار کے ساغر سے پلا دو
مسجد ہو کہ مندر ہو فقط کعبۂ دل ہے — انسان کی تنویر کے فانوس جلا دو
بنیاد نئی عشق کے میخانے کی ڈالو — اور گردشِ افلاک کو پیمانہ بنا دو
لازم تو نہیں منبر و محراب کا سایہ — سجدوں کی حدیں وسعتِ گیتی سے ملا دو
بجلی کی طرح سر پہ گرے ظلم و ستم کے — وہ طرزِ نوا شاعرِ ہندی کو سکھا دو

04 MARCH

2005

23 Tuesday

ترے چہرے پہ یہ آنچل
بہت ہی خوب ہے لیکن
تو اس آنچل سے اک پرچم بنا لیتی
تو اچھا تھا
مجاز

April

میرے وطن سے اچھا کوئی وطن نہیں ہے
میرے وطن سے اچھا کوئی وطن نہیں ہے

(A song sung by students in a School by Hasan

(In a function which I was invited a few days ago)

23/3/2006

2005 MARCH

1996

Wednesday 24

سچ کہ دوں اے برہمن گر تو برا نہ مانے
تیرے صنم کدہ کے بت ہو گئے پرانے
پتھر کی مورتی کو سمجھا ہے تو خدا ہے
میرے لیئے وطن کا ہر ذرہ دیوتا ہے

اقبال

Thursday 25

ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن
دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

غالب

April

MARCH
URDAY 05
WK-9 (064-301)

06 SUNDAY

2005 APRIL

S	M	T	W	T	F	S
					1	2
3	4	5	6	7	8	9
10	11	12	13	14	15	16
17	18	19	20	21	22	23
24	25	26	27	28	29	30

فرمانِ خدا فرشتوں سے

اٹھو میری دنیا کے غریبوں کو جگا دو
کاخِ امرا کے در و دیوار ہلا دو
گرماؤ غلاموں کا لہو سوزِ یقیں سے
کنجشک فرومایہ کو شاہیں سے لڑا دو
سلطانیٔ جمہور کا آتا ہے زمانہ
جو نقشِ کہن تم کو نظر آئے مٹا دو
جس کھیت سے دہقان کو میسر نہ ہو روزی
اس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلا دو

~~سلطانیٔ جمہور کا آتا ہے زمانہ~~
~~جو نقشِ کہن تم کو نظر آئے مٹا دو~~
~~جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی~~
~~اس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلا دو~~

کیوں خالق و مخلوق میں حائل رہیں پردے
میں ناخوش و بیزار ہوں مرمر کی سلوں سے
میرے لیے مٹی کا حرم اور بنا دو

اقبال

تمہاری تہذیب اپنے ہی خنجر سے خودکشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہو گا

یہ دستورِ زباں بندی ہے کیسا تیری محفل میں
یہاں تو بات کرنے کو ترستی ہے زباں میری
اقبال

جان جائے ہاتھ سے جائے نہ ست
ہے یہی اک بات ~~ہر~~ ہر مذہب کا ست
اقبال

جان جائے ہاتھ سے جائے نہ ست
ہے یہی اک بات ہر مذہب کا ست
(کٹیلی) جتنے سُتّر ہیں یہی تیلی کے ہیں
سامراج کارے دستورداری سلطنت
؟

ساحل کے سکوں سے کسے انکار ہے لیکن
طوفان سے لڑنے میں مزا اور ہی ہے
؟

اقبال

کوئی پوچھے حکیم یورپ سے — ہند و یونان ہیں جس کے حلقہ بگوش
کیا یہی ہے معاشرت کا کمال — مرد بیکار و زن تہی آغوش

شیخ صاحب بھی تو پردے کے کوئی حامی نہیں
مفت میں کالج کے لڑکے ان سے بدظن ہو گئے
وعظ میں فرما دیا کل آپ نے یہ صاف صاف
پردہ آخر کس سے ہو جب مرد ہی زن بن گئے

یہ کچھ دنوں کی بات ہے اے مرد ہوشمند
غیرت نہ تجھ میں ہوگی نہ زن اوٹ چاہے گی
آتا ہے اب وہ دور کہ اولاد کے عوض
کونسل کی ممبری کے لیے ووٹ چاہے گی

2005 APRIL	S	M	T	W	T	F	S	S	M	T	W	T	F	S	S	M	T	W	T	F	S	S	M	T	W	T	F	S	S	M	T	W	T	F	S
						1	2	3	4	5	6	7	8	9	10	11	12	13	14	15	16	17	18	19	20	21	22	23	24	25	26	27	28	29	30

اقبال

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا - ہم بلبلیں ہیں اس کی یہ گلستاں ہمارا
غربت میں ہوں اگر ہم رہتا ہے دل وطن میں - سمجھو وہیں ہمیں بھی دل ہو جہاں ہمارا

پربت وہ سب سے اونچا ہمسایہ آسماں کا
وہ سنتری ہمارا وہ پاسباں ہمارا

گودی میں کھیلتی ہیں اس کی ہزاروں ندیاں
گلشن ہے جن کے دم سے رشکِ جناں ہمارا

اے آبِ رودِ گنگا وہ دن ہے یاد تجھ کو
اترا ترے کنارے جب کارواں ہمارا

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا - ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستاں ہمارا

یونان و مصر و روما سب مٹ گئے جہاں سے - اب تک مگر ہے باقی نام و نشاں ہمارا

کچھ بات ہے کہ ہستی مٹتی نہیں ہماری - صدیوں رہا ہے دشمن دورِ زماں ہمارا

اقبال کوئی محرم اپنا نہیں جہاں میں
معلوم کیا کسی کو دردِ نہاں ہمارا

غالب

"co" یہ مسائلِ تصوف یہ بیان غالب
تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

نہ تھا کچھ تو خدا تھا کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا
ڈبویا مجھ کو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا
[Dialectical ?

کہاں میخانے کا دروازہ غالب اور کہاں واعظ (واعظ)
پر اتنا جانتے ہیں کل وہ جاتا تھا کہ ہم نکلے
(میخانے)

کیوں نہ فردوس میں دوزخ کو ملا لیں یا رب
سیر کے واسطے تھوڑی سی فضا اور سہی
دمِ واپسیں برسرِ راہ ہے
عزیزو اب اللہ ہی اللہ ہے
Allah (Allah)
[At the age of 68

بش کا خدا اور اوسامہ کا خدا اور

اوسامہ بن لادن خدا کی راہ میں [illegible] جہاد کر رہا ہے
اور بش بہادر خدا کے حکم سے جمہوریت کو فروغ دے رہے ہیں

خدا تو مسلمان کا اور سب کا ہوگا
مرے لئے وہ پہلا سا بھی نہ ہوا

مجھ جیسے بے نظیر کا اور سب دل کا خدا حافظ
قاتل کی قدر جانے [illegible] کا خدا حافظ

2005 APRIL	S	M	T	W	T	F	S
						1	2
	3	4	5	6	7	8	9
	10	11	12	13	14	15	16
	17	18	19	20	21	22	23
	24	25	26	27	28	29	30

"عیبات" جنوری 2006 میں خدا کی ہستی مضمون [ملحدین کا انکار] میں

Makhdoom's banned Patriotic Poem

A few days back I found an opportunity to visit the National Archives of India alongwith a lawyer friend from Hyderabad. While he was making enquiries about his required document, I found it worthwhile to spend some time with Shri Mohammad Baqar, the Dy. Director. On my request, Baqar Sahib provided me with an unpriced publication *"Azadi-Ke-Tarane"* (Patriotic Poetry) banned by the British Indian Colonial administration. The book is published by the Archives of India.

As the Independence Day is approaching, we are reproducing, herebelow, the poem of Makhdoom Mohiudin, the famous revolutionary poet of Hyderabad whose life size statue stands on the famous Tank Bund of Hyderabad. Original poem is in Urdu Script. The Archives have published the same in two scripts. The following is the transliteration of the same, in Nagri.

Santosh Kumar

आज़ादिए वतन

कहो हिन्दोस्ताँ की जय।

कहो हिन्दोस्ताँ की जय– कहो हिन्दोस्ताँ की जय।

क़सम है ख़ून से सींचे हुए रंगीं गुलिस्ताँ की।
क़सम है ख़ूने देहक़ा[1] की, क़सम ख़ूने शहीदों की।

यह मुमकिन है के दुनिया के समन्दर ख़ुश्क हो जाएँ।
यह मुमकिन है के दरया बहते बहते थक के सो जाएं।

जलाना छोड़ दें दौज़ख़[2] के अंगारे यह मुमकिन है।
रवानी तर्क–कर दें बर्क़[3] के धारे यह मुमकिन है।

ज़मीने पाक अब नापाकियों को ढो नहीं सकती।
वतन की शमे आज़ादी कभी गुल[4] हो नहीं सकती।

कहो हिन्दोस्ताँ की जय–कहो हिन्दोस्ताँ की जय।।

वो हिन्दी नौजवाँ यानी अलम बरदारे[5] आज़ादी।
वतन के पासबाँ[6] वो तेगे जौहर दारे[7] आज़ादी।

वो पाकीज़ः शरारः[8] बिजलियों ने जिस को धोया है।
वो अंगारः के जिस में ज़ीस्त[9] ने ख़ुद को समोया है

वो शम–ए–ज़िन्दगानी आंधियों ने जिस को पाला है।
इक ऐसा नाव तूफ़ानों ने ख़ुद ज़िसको संभाला है।

वो ठोकर जिस से गेती[10] लर्ज़ः बर अंदाम[11] रहती है।
वो धारा जिस के सीने पर अमल[12] की नाव बहती है।

छुपी ख़ामोश आहें शोरे महशर[13] बनके निकली हैं।
दबी चिंगारियां ख़ुरशीदे ख़ावर[14] बन के निकली हैं।

बदल दी नौजवाने हिन्द ने तक़दीर ज़िंदाँ[15] की।
मुजाहिद[16] की नज़र से कट गई ज़ंजीर ज़िंदाँ की।

कहो हिन्दोस्तान की जय–कहो हिन्दोस्तान की जय

कहो हिन्दोस्तान की जय

---

1 किसान, 2 नर्क, 3. बिजली, 4. फूल, 5 झंडा उठाने वाला, 6. रखवाला, 7. धारदार कटार, 8. चिंगारी, 9. जीवन. 10. संसार, 11. शरीर में कंपनी, 12. कर्म, 13. परलय का शोर, 14. सूर्य, 15. कारागार, 16. योद्धा

Patriotic Poetry banned by the Raj (29)

Martyr Ashfaqullah Khan's poem composed five days before arrest

We reproduce hereunder, the last poem of Ashfaqullah Khan, the famous martyr of Kakori Conspiracy Case (1925), in both scripts, Urdu and Nagri.

The poem was published in the revolutionary journal "KIRTI" of Amritsar in May, 1930 and subsequently banned.

Ashfaqullah

Ashfaqullah, alongwith Ram Prasad Bismil, Rajender Lahiri and Thakur Roshan Singh were hanged in 1927.

Ashfaq and Ram Prasad Bismil were hanged in Fyzabad and Gorakhpur jails respectively, on 19 December; Rajendra Lahiri executed in Gonda Jail on Dec. 17 and Roushan Singh mounted the gallows in Naini jail, near Allahabad, on Dec. 21.

Santosh Kumar

शहीदे काकोरी अशफ़ाकुल्लाह खां की आखरी नज्म

(यह नज्म शहीद अशफ़ाकुल्लाह खां ने गिरफ़तार होने से पांच दिन पहले लिखी थी।)

बहार आई है शोरिश[1] है जुनूने फ़ितनः सामां[2] की ।
इलाही ख़ैर रखना तू, मेरे जेबो गरीबां की ।।

भला जज़बाते उल्फ़त[3] भी कहीं मिटने से मिटते हैं ।
अबस[4] हैं धमकियां दारोरसन[5] की और ज़िंदां[6] की ।।

वो गुलशन जो कभी आज़ाद था गुज़रे ज़माने में ।
मैं हूं शाख़े शिकस्तः[7] हां उसी उजड़े गुलिस्तां की ।।

नहीं तुमसे शिकायत हम सफ़ीराने[8] चमन मुझको ।
मेरी तक़दीर ही में था क़फ़स[9] और क़ैद ज़िंदां की ।।

ज़मीं दुश्मन ज़मां दुश्मन, जो अपने थे पराए हैं ।
सुनोगे दास्तां क्या तुम मेरे हाले परेशां की ।।

यह झगड़े और बखेड़े मेट कर आपस में मिल जाओ ।
अबस तफ़रीक़[10] है तुम में यह हिन्दू और मुसलमां की।।

सभी सामाने इशरत[11] थे, मज़े से अपनी कटती थी ।
वतन के इश्क़ ने हमको हवा खिलवाई ज़िंदां की ।।

बे हम्दिल्लाह चमक उट्ठा सितारः मेरी क़िस्मत का ।
के तक़लीदे हक़ीक़ी[12] की अता[13] शाहे शहीदां[14] की ।।

इधर ख़ौफ़े ख़िज़ां[15] है, आशियां[16] का ग़म उधर दिल को ।
हमें यकसां[17] है तफ़रीहे चमन और क़ैद ज़िंदां की ।।

"अशफ़ाकुल्लाह खां"—माहनामा "रिसाला कीर्ति", अमृतसर (मई, 1930 ई०)-
राष्ट्रीय अभिलेखागार प्रतिबंधित साहित्य—[illegible] संख्या, 2412

1. [illegible], 2. आतंक [illegible], 3. [illegible], 4. बेकार, 5. [illegible], 6. [illegible], 7. टूटा हुआ, 8. [illegible], 9. पिंजरा, 10. [illegible], 11. [illegible], 12. वास्तविक अनुकरण, 13. प्रदान करना, 14. शहीदों का राजा [illegible], 15. पतझड़, 16. घोंसला, 17. बराबर

شہیدِ کاکوری اشفاق اللہ خاں کی آخری نظم

(یہ نظم شہید اشفاق اللہ خاں نے گرفتار ہونے سے پانچ دن پہلے لکھی تھی)

بہار آئی ہے شورش ہے جنونِ فتنہ ساماں کی
الٰہی خیر رکھنا تو مرے جیب و گریباں کی
بھلا جذباتِ اُلفت بھی کہیں مٹنے سے مٹتے ہیں
عبث ہیں دھمکیاں دار و رسن کی اور زنداں کی
وہ گلشن جو کبھی آزاد تھا گزرے زمانے میں
میں ہوں شاخِ شکستہ ہاں اسی اُجڑے گلستاں کی
نہیں تم سے شکایت ہم صفیرانِ چمن مجھ کو
مری تقدیر ہی میں تھا قفس اور قید زنداں کی
زمیں دشمن زماں دشمن، جو اپنے تھے پرائے ہیں
سنو گے داستاں کیا تم مرے حالِ پریشاں کی
یہ جھگڑے اور بکھیڑے میٹ کر آپس میں مل جاؤ
عبث تفریق ہے تم میں یہ ہندو اور مسلماں کی
سبھی سامانِ عشرت تھے مزے سے اپنی کٹتی تھی
وطن کے عشق نے ہم کو ہوا کھلوائی زنداں کی

بحمد اللہ چمک اُٹھا ستارہ میری قسمت کا
کہ تقلیدِ حقیقی کی عطا شاہِ شہیداں کی
ادھر خوفِ خزاں ہے آشیاں کا غم ادھر دل کو
ہمیں یکساں ہے تفریحِ چمن اور قید زنداں کی

اشفاق اللہ خاں

ماخوذ از ماہنامہ رسالہ کرتی امرتسر مئی ۱۹۳۰ء

ضبط شدہ ادبیات - نیشنل آرکائیوز

اندراج نمبر ۲۴۱۲

14 MARCH MONDAY
WK-11 (073-292)

(30)

2005

منزل

منتخب: رگھوونش رائے

Hind Samachar 9/5/06

منزل کی طرف کیا پہنچیں گے ہر گام پہ ہو کر کھائیں گے
وہ قافلے والے جو اپنا سردار بدلتے رہتے ہیں

اک راہ پر چلے جو منزل کو پا گئے
راہیں بدلنے والوں کی راہوں میں کٹ گئی

حرم خانے کی منزل ہو یا بت خانے کی ہوں راہیں
خدا ملتا نہیں جب تک مقامِ دل نہیں ملتا

دامن جھٹک کے منزل غم سے گزر گئے
اُٹھ اُٹھ کے دیکھتی رہی گرد سفر مجھے

ایک پل کے
رکنے سے دور ہو گئی منزل
صرف ہم نہیں چلتے راستے بھی چلتے ہیں

عرش تک تو لے گیا تھا ساتھ اپنے حسن کو
پھر نہیں معلوم اب خود عشق کس منزل میں ہے

ہم تھک کر گرے گر کر اُٹھے اٹھ کے چلے بھی
تجھ پر اثر اے دوریٔ منزل نہیں ہوتا

ہر قدم کے ساتھ منزل لیکن اس کا کیا علاج
عشق ہی کم بخت منزل آشنا ہوتا نہیں

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہیں ان کو اپنی منزلیں آسمانوں میں

ہر گام پر ہے منزل جستجو طلب
جاتا ہے سر اٹھائے ہوئے بے خبر کہاں

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر
ہم سفر ملتے رہے اور کارواں بنتا گیا

اہل ہمت منزل مقصود تک آ بھی گئے
بندۂ تقدیر قسمت کا گلہ کرتا رہا

پانا ہے منزل کو تو تنہا چلے چلو
راہوں میں لوٹ لیتے ہیں رہبر کبھی کبھی

بے خوف و خطر جو بڑھتا ہے منزل کو وہی پا لیتا ہے
انجام سے گھبرانے والے کیا جلوۂ جاناں دیکھیں گے

قدم راہِ منزل میں تو اٹھائے نہیں اٹھتا
اگر تحریک ہوتی ہے تو خود منزل سے ہوتی ہے

قدم چوم لیتی ہے بڑھ کے منزل
مسافر اگر اپنی ہمت نہ ہارے

اس انقلاب گردش دوراں کو دیکھیے
منزل پہ وہ ملے جو کبھی ہم سفر نہ تھے

ہمت پہ اس مسافر کی رویئے
جو بیٹھ جائے ہار کے منزل کے سامنے

رہِ منزل میں کچھ ایسے نشان پاؤں چھوڑے ہیں
کہ جن کو دیکھ کر ان کی ہمیشہ یاد آتی ہے

کس طرح طے کی ہیں ہم نے منزلیں
گر پڑے گر کر اُٹھے اُٹھ کر چلے

ناکامیٔ قسمت کیا شے ہے کیا چیز شکستہ پائی ہے
دو گام پہ منزل ہے لیکن دو گام بھی چلنا مشکل ہے

S M T W T F S S
1 2 3 4 5 6 7 8 9 10 11 12 13 14 15 16 17 18 19 20 21 22 23 24 25 26 27 28 29 30 31
2005 MARCH

"We believe it is the inalienable right of the Indian people, as of any other people to have freedom and to enjoy the fruits of their toil and have the necessities of life, so that they may have full opportunities of growth. We believe also that if any govt deprives a people of these rights and oppresses them, the people have a full right to alter it and to abolish it"

{ From India's Independence Pledge taken on 26/1/30 (30 26th January is is now observed as Republic Day